دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد

مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

سوال: رد المحتار میں ایک مسئلہ یُوں ذکر ہے۔

وفی الصغری سئل محمد عمن له ارض یزرعها او حانوت یستغلها أو دار غلتها ثلاثه آلاف ولا تکفی لنفقته و نفقة عیاله سنة یحل له اخذ الزکاة وان کانت قیمتها تبلغ الوفا وعلیه الفتوی وعندهما لا یحل۔

(صغریٰ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کے پاس زمین ہے جس میں وہ کاشت کرتا ہے یا دکان یا مکان ہے جس کو اس نے کرائے پر دے رکھا ہے۔ اس سے سالانہ آمدنی ستر ہزار روپے ہے، لیکن یہ آمدنی اس شخص کے اور اس کے عیال کے ایک سال کے خرچ کے لیے کافی نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس شخص کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اگرچہ جائیداد کی اپنی قیمت بہت زیادہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔)

سوال یہ ہے کہ کیا اس حوالے کے پیشِ نظر ایسا خیال کرنا صحیح ہے کہ جس شخص کے پاس مثلاً شروع سال میں ستر ہزار روپے ہوں لیکن یہ رقم اس شخص کے اور اس کے عیال کے سال بھر کے خرچ کے لیے کافی نہیں ہے تو وہ اس رقم کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہے؟

الجواب باسم ملھم الصواب حامداً و مصلیاً

ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ سوال میں مذکورہ حوالہ اس صورت پر محمول ہے جب مالکِ جائیداد کے پاس بقدر نصاب دراہم (یعنی دو سو دراہم جو کہ ساڑھے باون تولے چاندی کے مساوی ہیں) موجود نہ ہوں بلکہ اس کے پاس ایک وقت میں نصاب سے کم رقم آتی ہو یا شروع سال میں کل رقم ملی ہو اور وہ خرچ ہوتے ہوتے نصاب سے کم رہ گئی ہو۔ اور اگر کسی وقت بقدر نصاب دراہم یعنی نقدی موجود ہوں تو وہ زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مستحق زکوٰۃ کو اتنی رقم دینا مکروہ ہے جس سے وہ صاحب نصاب بن جائے اگرچہ اس سے سال بھر کا نفقہ پورا نہ ہوتا ہو۔

(الف) کرہ دفع نصاب او اکثر الی فقیر غیر مدیون فان کان علیہ دین یجوز ان یعطیہ قدر ما یقضی دینہ وزیادۃ دون مأتین

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ص ۲۲۵ ج ۱)

(نصاب یا نصاب سے زیادہ زکوٰۃ ایک غیر مقروض فقیر کو دینا مکروہ ہے اور اگر وہ مقروض ہو تو اس کو قرض کے بقدر اور دو سو درہم سے کچھ کم زکوٰۃ دینا جائز ہے)

(ب) وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر الا اذا کان المدفوع الیہ مدیونا۔

(درمختار)

(فقیر کو نصاب یا اس سے زائد زکوٰۃ دینا مکروہ ہے الا یہ کہ فقیر مقروض ہو۔)

(ج) وعن ابی یوسف لا باس باعطاء قدر النصاب وکرہ الاکثر لان جزأ من النصاب مستحق لحاجتہ للحال والباقی دونہ معراج۔ وبہ ظھر وجہ ما فی الظھیریۃ وغیرھا عن ھشام قال سألت ابا یوسف عن رجل لہ مائۃ وتسعۃ وتسعون درھما فتصدق علیہ بدرھمین قال یاخذ واحدا ویرد واحدا ــــ وبہ ظھر ایضا ان دفع ما یکمل النصاب کدفع النصاب۔ قال فی النھر والظاھر انہ لا فرق بین کون النصاب نامیا أو لا حتی لو اعطاہ عروضا تبلغ نصابا فکذلک ولا بین

کونہ من النقود او من الحیوانات حتی لو اعطاہ خمسا من الابل لم تبلغ قیمتہا نصابا کرہ لما مر

(امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نصاب کے بقدر زکوٰۃ دینا جائز ہے البتہ اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاب کا ایک حصّہ تو فوری حاجت کے لیے ہے اور بقیہ نصاب سے کم رہ گیا۔ اسی سے ظہیریہ وغیرہ میں مذکور اس مسئلہ کی بھی وجہ ظاہر ہوئی کہ ہشام کہتے ہیں میں نے ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو ننانوے درہم ہیں۔ اس پر دو درہم صدقہ کیے گئے تو کیا یہ جائز ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ ایک درہم لے لے اور ایک درہم واپس کردے ـــــــ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ وہ رقم دینا جس سے نصاب مکمّل ہوجائے۔ نصاب کے بقدر دینے کی مانند ہے۔ نہر میں کہا ظاہر یہ ہے کہ نصاب کے نامی یا غیر نامی ہونے کے مابین کچھ فرق نہیں۔ ہے حتّٰی کہ اگر فقیر کو نصاب کی قیمت کے بقدر سامان دیا تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح نصاب نقدی کا ہو یا حیوانات کا ہو اس میں بھی کچھ فرق نہیں ہے، حتّٰی کہ اگر فقیر کو پانچ اُونٹ دیے جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہے تب بھی مکروہ ہے۔)

تنبیہ: مذکورہ بالا عبارتوں میں فقہاء نے ایسی کوئی قید ذکر نہیں کی ہے جس سے معلوم ہو کہ فقیر کو نصاب کے بقدر دینے کی کراہیت اس وقت ہے جب فقیر کے سال بھر کا خرچہ علیحدہ کرنے کے بعد اس کا شمار کیا جائے۔

(۲) عبارات فقہیہ میں نقدی کو حاجات اصلیہ سے خارج شمار کیا گیا ہے۔

ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلية من اى مال كان

(زکوٰۃ غنی کو بھی دینا جائز نہیں ہے جو حاجت اصلیہ سے زائد کسی بھی مال کے نصاب کا مالک ہو۔)

اور حاجات اصلیہ کو ذیل میں شمار کیا گیا۔

(قوله فارغ عن حاجته) قال في البدائع قدر الحاجة هو ما ذكره الكرخي في

مختصرہ فقال لا باس ان یعطی من الزکوٰۃ من له مسکن وما یتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اهله فان کان له فضل عن ذلك تبلغ قیمته مائتی درهم حرم علیه اخذ الصدقة

(امام کرخی رحمہ اللہ نے اپنی مختصر میں حاجت کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے پاس رہائشی مکان ہو اور گھر کا ضروری سامان ہو، اور غلام ہو اور سواری ہو اور ہتھیار ہوں اور پہننے کے کپڑے ہوں اور اگر اہلِ علم ہے تو کتب علم ہوں، البتہ اگر اس کے پاس اس سے زائد دو سو درہم کی قیمت کا سامان ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حرام ہے)

اسی طرح سال بھر کی ضرورت کے اناج کو بھی حاجت اصلیہ میں سے شمار کیا گیا ہے۔

ولو عنده طعام للقوت یساوی مائتی درهم فان کان کفایة شهر یحل او کفایة سنة قیل لا تحل وقیل یحل لانه مستحق الصرف الی الکفایة فیلحق بالعدم وقد ادخر علیه الصلاة والسلام نسائه قوت سنة۔ (رد المحتار ص۱۷ ج۲)

(اگر آدمی کے پاس دو سو درہم کی مالیت کا ضرورت کا اناج ہو تو اگر وہ ایک مہینے کی ضرورت کے برابر ہو تو اس شخص کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور اگر ایک سال کی ضرورت کے برابر ہو تو ایک قول ہے کہ زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ وہ تو ضرورت میں خرچ ہونے والا ہے لہٰذا اس کو کالعدم سمجھا جائے گا۔ علاوہ ازیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ازواج کو سال بھر کی ضرورت کا اناج دیا۔)

دیکھیے حاجات اصلیہ شمار کی گئی ہیں لیکن ان میں دراہم اور نقدی کو ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ سال بھر کی ضرورت کے اناج کو حاجت اصلیہ میں سے شمار کیا گیا ہے، لیکن سال بھر کا نفقہ تو کجا دراہم و نقدی کو سرے سے حاجت اصلیہ میں شمار ہی نہیں کیا گیا۔

لہٰذا خواہ اور حاجات پوری موجود ہوں یا نہ ہوں دراہم اور دنانیر اور نقدی اگر بقدر نصاب ہو گی تو وہ اس شخص کی حاجت اصلیہ سے بے نیازی اور اس کے غنا پر دلیل ہو گی اور ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا حرام ہو گا اور قربانی کے ایام میں ہو گی تو قربانی بھی واجب ہو گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم